

قرآن مجید میں تکرارِ واقعات کی حکمت و افادیت

میر محمد حسین - ایم اے - فاضل دیوبند

ولقد صرفنا فی هذا القرآن للناس من کل مثل وكان الانسان

اکثر شیء جدلاً - ۱۸/۳۰

”ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثال طرح طرح سے بیان کی ہے،

اور انسان سب سے زیادہ جھگڑا لہذا واقع ہوا ہے۔“

قرآن مجید میں بعض قصص و واقعات کا ذکر ایک سے زیادہ بار آیا ہے۔ عام مفسرین

نے اس تکرار کی غرض محض تذکرہ و یاد دہانی بتائی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ امودودی رحمہ اللہ لکھتے

ہیں کہ ”بے شک قرآن مجید ایک دعوت اور عملی تحریک ہے جس کا فطری اقتضاء ہے کہ وہ

جس وقت جس مرحلے میں ہو، اس میں وہی باتیں کہی جائیں جو اس مرحلے سے مناسبت رکھتی

ہوں اور جب تک دعوت ایک مرحلے میں رہے بعد کے مراحل کی بات نہ پھیٹری جائے، بلکہ

اسی مرحلے کی باتوں کا اعادہ کیا جاتا رہے خواہ اس میں چند مہینے لگیں یا کئی سال صرف ہو

جائیں اور پھر یہ اعادہ ایک ہی ڈھنگ اور ایک ہی عبارت میں نہ ہو کہ طبائع انہیں سن سن

کر اکتا جائیں بلکہ ہر بار نئے الفاظ، نئے اسلوب اور نئی آن بان سے کہی جائیں۔“

تاہم جن حضرات نے قرآن مجید کے ان مقامات کا بغور مطالعہ کیا ہے انہوں نے محسوس

کیا ہوگا کہ اگر کسی مقام پر اس واقعہ کے ایک پہلو کو نمایاں کر کے بیان کیا گیا ہے تو دوسرے

مقام پر اس کے کسی دوسرے پہلو کو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس اعادہ کا مقصد محض عمومی قسم کی تذکیر و موعظت ہی نہیں، بلکہ سابق آیات کے سیاق و سباق میں واقعہ کے کسی خاص پہلو پر زور دینا مقصود ہے۔ جو اپنے مابستق سے مربوط و وابستہ ہے۔

بار بار دہرائے جانے والے یہ واقعات و اشخاص مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قصۃ ابلیس و آدم

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنیاد پیدائش اور ان کے خوارقِ عادات

۴۔ حضرت موسیٰ، بنی اسرائیل اور فرعون کے واقعات

۵۔ حضرات نوح، ہود، ابراہیم، لوط اور شعیب علیہم السلام اور ان کی اقوام کے واقعات۔

ان تمام تکرارِ واقعات کا بالتفصیل جائزہ لینا اس مختصر صحبت میں مشکل ہے، البتہ ان میں قصۃ ابلیس و آدم کا مطالعہ کرنے میں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ہر مقام پر ان کا ذکر کس پس منظر میں آیا ہے اور اس واقعہ کے کس پہلو پر وہاں زور دینا مقصود ہے۔

قصۃ آدم و ابلیس

۱۔ یہ واقعہ سورہ بقرہ کے شروع ہی — رکوع ۴، ۵ — میں مذکور ہوا ہے اور تقریباً دس آیات پر مشتمل ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ آغازِ سورہ میں قرآن مجید کے متعلق تین طرح کے لوگوں کے رویوں کا ذکر کیا گیا۔ اولاً ان لوگوں کا جو اس کتاب کا ریب پر ایمان لائے اور اس کی تعلیمات کو ذمناً و عملاً اپنایا۔ ثانیاً ان لوگوں کا جنہوں نے انکار و ہٹ دھرمی کی راہ اختیار کی۔ تاہم ان کا انکار کُند، و اشکاف اور واضح تھا۔ ثالثاً ان لوگوں کا جنہوں نے منافقت کی راہ اختیار کی۔ وہ اپنے آپ کو ظاہر تو اہل ایمان کرتے تھے مگر باطن وہ کافر تھے اور کافروں کے سامنے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی صداقت اس کے اعجاز کے حوالے سے بصورتِ تنجیدی بیان کرتے ہوئے پوری نوع انسانی

سے مطابہ کیا کہ وہ انکار و نفاق کی اس روش کو ترک کر کے اپنے خالق کی بندگی و اطاعت کی راہ اختیار کریں تاکہ وہ اس نیابت و خلافتِ الہیہ کا حق ادا کر سکیں جو ان کے جدِ امجد آدم کے حوالے سے ان کے سپرد کی گئی تھی اور اس فضیلت و برتری کا شکر ادا کر سکیں جو ملائکہ جیسی مقرب و نورانی مخلوق کے مقابلہ میں ان کو دی گئی اور اس شیطان کی طرح بغاوت و سرکشی کی راہ پر نہ چلیں جس نے آدم کو بہکا کر خدا کی نافرمانی پر اکسایا اور جنت سے نکلوا دیا اور اگر اب تک انہوں نے یہی راہ اختیار کر رکھی ہے تو اپنے باپ (آدم) کی طرح اپنی غلطی کا احساس کریں اور اپنی اصلاح کر کے انہی کی طرح خدا کے مقبول و محبوب ٹھہریں، نہ کہ شیطان کی طرح بغاوت و نافرمانی پر اصرار کر کے راندہ بارگاہِ قرار پائیں۔

اس واقعہ کے آخر میں منمنائے بات بھی بتادی گئی کہ آدم کی اس غلطی اور شیطان کے اس بہکاوے سے انسان کی راہنمائی اور انتباہ کے لیے وحی کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کا آغاز کرنے والا ہے۔

اس کے معاً بعد بنی اسرائیل کے کردار بد کا ذکر شروع ہو جاتا ہے جس سے انہیں یہ بتانا مقصود ہے کہ تمہارا یہ طرزِ عمل اس منصبِ خلافت و امامت کے منافی، اپنے باپ کی راہ سے ہٹا ہوا اور شیطان کا سا ہے۔

۲۔ سورہ اعراف کے رکوعِ اول میں یہ واقعہ مزید تفصیل کے ساتھ آیت نمبر ۸ تا آیت نمبر ۲۵ میں مذکور ہے۔ اس سے قبل کی آیات میں انسانوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے جیسی مخلوق کی بجائے وحیِ الہی کا اتباع اختیار کریں ورنہ غلط نتائج اور خدا کی گرفت کے لیے تیار رہیں۔ اب قصہ آدم و ابلیس سننا کہ انہیں یاد دلایا کہ شیطان انسانوں کو بد راہ کرنے کے لیے ہر طرح کے چیلے اور وساوس اختیار کرتا ہے اور اگر انسان وحیِ آسمانی کو چھوڑ کر اس کے اغوا میں آجائے تو انسانی زندگی کے شرمناک پہلو اور عیوب منظر عام پر آجاتے ہیں۔ شیطان کی پھیلائی ہوئی انہی گمراہیوں میں سے ایک لباس میں عریانی ہے اور اسی مناسبت سے اس واقعہ کے بعد متقیانہ لباس — جس میں زینت تو ہو مگر عریانی نہ ہو — کی تاکید کی اور پھر یہی بازینت لباس نماز کے لیے پہننے کو کہا۔

۳۔ سورہ بقرہ کا آغاز کفار کی اس آرزو سے ہو رہا ہے کہ کاش انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہوتا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی صداقت ان کے دلوں میں اتر چکی تھی مگر دنیوی لذات کی کشش یا اسلامی زندگی کے نظم سے گریز یا خود داعی کی ذات کا استحقاق ان کے آڑے آیا اور ایک دفعہ جب انکار کر چکے تو اب اُسے نبجانے کے لیے کئی ایک الحجائے پیدا کرتے چلے گئے۔ اسی تسلسل میں آدم و ابلیس کا قصہ سورہ کے دوسرے سے تیسرے رکوع تک مذکور ہوا جس میں ابلیس کی ایسی ہی ریٹ دھڑکی کی مثال پیش کرنا مقصود معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور حکم کے باوجود ایک بار جب اُس نے اسے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تو پھر کہتا ہی چلا گیا اور اس کے لیے عذر تراشا تا آتا آتا کہ اسی ضد میں اپنی عاقبت تباہ کر لی۔

چونکہ سیاق و سباق سورہ میں اس حقیقت کا اظہار مقصود تھا کہ ضد میں آکر ایک دفعہ انکار اور پھر اس سے رجوع کی بجائے اسی پر اصرار ایک ابلیس نے کر دیا ہے، اسی لیے ان سورہ میں آدم کے کردار کے بجائے ابلیس کے کردار کو زیادہ نمایاں کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اس قصہ کے بعد ان اقوام کا مذکور ہے جنہوں نے ضد میں آکر انکار کیا اور اس پر ایسی جمیں کر پھر تباہ ہو کر رہ گئیں۔

۴۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۶۱ سے ۶۵ تک میں شرک کی تردید و تحلیل کے بعد یہ واقعہ ذکر کر کے بتایا کہ اولاد و اموال میں کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا بھی شیطان کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں میں سے ایک گمراہی ہے اور ساتھ ہی اس حقارت کا بھی ذکر کیا جو شیطان کو انسان سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی بہت سی مخلوق میں سے افضل و برتر بنایا ہے۔ اب یہ انسان کا اپنا قصور ہے کہ وہ اپنے محسن رب کی اطاعت و فرمانبرداری کی بجائے شیطان کا کہنا مان کر شرک کرتا ہے اور اپنے آپ کو اسی کی طرح خدا کے ٹیٹے میں معتوب بنا لیتا ہے۔

۵۔ پھر اسی سورت کی آیت ۵۰ میں اس واقعہ کو دہرانے سے پہلے بتایا کہ دنیوی زندگی اس فصل کی سی ہے جو چند روز لہلہا کر بھوسہ بن جاتی ہے لہذا مال و اولاد کی ظاہری زینت

پر یہ سمجھ کر اس فانی زندگی (عارضی مہلتِ حیات) کو خدا کی نافرمانی و حکم عدولی میں نہ ف نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ابن آدم کا بشیوہ نہیں، یہ تو شیطان کا و طیرہ ہے جس نے تمہارے باپ — آدم — کو ایسی ہی زندگی کا جھانسدے دے کر خدا کی حکم عدولی پر اُکسایا تھا۔

۶ — سورہ طہ میں فرعون کی مجرمانہ روش اور پھر بنی اسرائیل کی احسان فراموشانہ و مشرکانہ سرگرمیوں کا حال بیان کرنے کے بعد آیات ۱۱۵ تا ۱۲۹ میں اس واقعہ کو ذکر کر کے بتایا کہ جس طرح آدم خدا کے حکم اور اس کے انتباہ کو بھول گیا اور اس کی ہدایت پر ثابت قدم نہ رہ سکا، اسی طرح اس کی اولاد بھی (یہاں بالخصوص بنی اسرائیل مراد ہیں) اس کی ہدایت کو بھول گئی، اپنے عہد پر قائم نہ رہی اور اس کی یاد سے غافل ہو کر دنیوی و آخروی ناکامیوں سے دوچار ہوئی۔

۷ — سورہ صی کے آغاز میں بتایا تھا کہ قرآن تو ایک نصیحت اور یاد دہانی کرانے والی کتاب ہے، لیکن کفار غرور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ان کے تکبر، نبی علیہ السلام پر ان کے اعتراضات کا ذکر ہے جس کی بنیاد ہی جذبہ استحقار و استکبار پر ہے۔ اس پر پہلی اقوام کی ایسی ہی روش پر خدا کی گرفت کے حوالے سے تنبیہ کی گئی اور ساتھ ہی حضرات داؤد و سلیمان کا حال بتایا گیا کہ وہ کس طرح صاحبِ جبروت حکمران ہونے کے باوجود خدا سے انابت و استغفار کرتے رہتے تھے۔ اسی سلسلے میں حضرات ایوب، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، اسماعیل، یسوع اور ذوالکفل کا ذکر — اپنے بہترین بندوں نہ کہ متکبرین کی حیثیت سے — کیا۔ اور آخر میں بتایا کہ اسی تکبر و سرکشی نے ابلیس کو نافرمان اور انجام کار مردود اور جنت سے محروم بنایا۔

اس طرح آپ نے دیکھا کہ آدم و ابلیس کے قصے میں کہیں تو آدم کی خلافت اور اس کے تقاضوں کے پہلو پر زور دیا گیا ہے، اور کہیں معصیت کے بعد اظہارِ معذرت و استغفار کے پہلو پر۔ کسی جگہ اتباعِ وحی کی بجائے اتباعِ مخلوق کے نتائج پر متنبہ کیا گیا ہے تو کسی جگہ دل میں اعترافِ حق کے باوجود مادی اغراض و لذائذ کے لیے اس سے انکار و وجود پر کہیں

(باقی بر صفحہ ۵۰)

(بقیہ قرآن مجید میں تکرار واقعات کی حکمت و افادیت)

اس حیات مستعار کی ظاہری زمینت پر یہ سمجھ کر منع حقیقی کی نافرمانی اختیار کر لینے پر انتباہ کیا گیا ہے تو کسی آدم کی طرح ہدایت پر ثابت قدم نہ رہنے اور خدا سے ہاتھ ہونٹے ہمد کو فراموش کر دینے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کسی مقام پر آدم کی طرح اس کا بندہ بن کر نہ کہ شیطان کی طرح سرکش و نافرمان بن کر رہنے پر زور دیا گیا ہے۔

۸۔ قصہ آدم و ابلیس کے تکرار و اعادہ میں مفسر مذکورہ بالا حکم کے علاوہ ایک ابدی حکمت جو کارفرما نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو یاد دلایا جائے کہ وہ کتنا عظیم، خدا کے ہاں کتنا مکرم و محترم ہے نیز یہ کہ اُسے اپنے ازلی دشمن — شیطان — سے جو شیخ ہے، کے نقش قدم کی پیروی سے ہمیشہ گریز کرنا لازم ہے۔

واللہ اعلم بالصواب